"کیوں وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں"؟

مضامین

استفادہ: مریم عزیز

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف:2)

"اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں"

كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف:3)

"تم جو کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے"

شاذ و نادر ہی لوگ اپنی کہی ہوئی ہر بات پر پورا اُترتے ہیں۔ یہ ہماری انسانی کیفیت کا حصّہ ہے۔ ہم میں سے کچھ لوگ قریب قریب ہمیشہ اپنے قول کو سچ کر دکھاتے ہیں اس حد تک کہ ان کے قول اور فعل میں تضاد تقریباناپید ہوتا ہے۔ کچھ لوگ قول واقرار میں وقت ضائع کئے بغیر عمل میں جت جاتے ہیں۔ ہم میں کچھ ایسے بھی ہیں جو بولنے میں تو جلدی کرتے ہیں مگر جب کام کا وقت آتا ہے تو جیسے تیسے کر کے سر سے اتارنے کی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو واقعتاخلوصِ دل سے وعدہ کرتے ہیں مگر اسے پورا نہیں کرپاتے۔ اور پھر ایسے لوگ بھی جن کی بات کا اعتبار کرنا وقت ضائع کرنے کے برابر ہے، کیونکہ ان کی نیت کبھی بھی سچی نہیں ہوتی۔

لوگوں میں پائے جانے والے قول و فعل کے تضاد کا یہ منطقی تجزیہ ہے۔ کچھ لوگ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ اس میں تجزیہ کرنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ ایسی وجوہات کا ہونا تو ظاہر سی بات ہے۔ تاہم فہم رکھنے والے اذہان اس مضمون کا عنوان پڑھ کر ہی غور و فکر میں ڈوب گئے ہوں گے۔ اوراس مضمون کے ابتدائی سطور پڑھ کر ہی کسی نہ کسی درجے کی ذاتی

کشمکش میں ضرور مبتلا ہو گئے ہونگے۔ ہمارا مقصود ہی یہی ہے۔ کسی زمانے کی کہاوت کا مفہوم ہے کہ اپنے نفس کی خود خبر لینے والا شخص ہی احترام کے لائق بنتا ہے۔

اکثر اوقات ہم کچھ کہنے یا کرنے سے پہلے کچھ خاص سوچنے سمجھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اپنے الفاظ اور عادات کو عقل کی ناپ تول سے گزارنا تو کجا ہم ہرگز خود کو خطا پر تصوّر نہیں کرتے۔ حالانکہ ایسا بالکل ممکن ہے کہ کبھی ہم بھول چوک کا شکار ہو جائیں۔ کبھی مشکل حالات مجبوری بن جائے یا خدانخواستہ کبھی گناہ کی جانب قدم بڑھا بیٹھیں۔ اللہ سبحانہ تعالی فرماتا ہے: "تم جو کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے " سورۃ الصف ۲،۳

عموماً ایسے لوگوں کو ستائش کی نظر سے دیکھا جاتا ہے جو اپنی نصیحت پر سب سے پہلے خود عمل کیا کرتے ہیں۔ اسی لئے کسی کو "قول کا آدمی" کہنا بہت ہی اچھی تعریف میں شمار ہوتا ہے۔ کر دکھانے والے انسان کو ایک باتونی شخص سے بالکل مختلف نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ کر کے دکھانے والے کی عزت اور اعتبار ہوتا ہے۔ خلقِ خدا ایسے اچھے آدمی کے ساتھ خوشی سے معاملات کرتی ہے۔ لسان طرار شخص اپنے اعمال کی غیر موجودگی کے سبب لوگوں کی نظروں میں اپنا وقار کھو بیٹھتا ہے۔ کیونکہ دنیا جان جاتی ہے کہ ایسے فرد کے الفاظ میں کوئی وزن نہیں۔

کام کے آدمی کو اطمینان کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ عمل کرنے کی عادت بنالی جائے تو کوئی بھی وعدہ ایفا ہونے سے نہ رہے۔ فلسفیوں نے دنیاوی خوشی حاصل کرنے کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے مگر سچّی بات تو یہ ہے کہ خوشی کامیابی کا دوسرا نام ہے۔ خوشی کا یہ تصوّر حرکت میں برکت کے اصول کے گرد گھومتا ہے۔ بارآور محنت کامیابی اور خوشی کی ضمانت ہے۔ ہمیں ضرور منصوبہ بندی کر کے کام میں لگنا چاہیئے مگر خام منصوبہ سازیوں میں سارا وقت ضائع نہ ہو۔ کئی ایسی مثالیں نظروں سے گزرتی ہیں جہاں میٹنگوں اور تقریروں میں قیمتی وقت برباد کیا جاتا ہے بغیر کوئی عملی صورت سامنے آئے۔

ہماری قوّت گویائی کوئی معمولی بات نہیں۔ بلاشبہ ہمارا انسان کہلانا ہماری گفتو اور سوچنے سمجھنے کی اہلیت کی وجہ سے ہے۔ کلاسیکی فلاسفروں نے تو انسان کو "منطقی جانور" تک کہا ہے۔ تاہم اس متنازعہ بحث میں پڑنے کی بجائے صرف اتنا کہیں گے کہ اگر ہم انسان کی بولنے کی صلاحیت کو اس کے عمل کے ساتھ نہ جوڑیں تو ہمارا انسانیت کا زعم کھوکھلا ہے۔

وہ لوگ جو دنیا کے سامنے رول ماڈل کے طور پر آئیں، ان کی زندگیاں ان کے اعمال ہیں۔ اور اگر ان کے اعمال بد ہوں تو نہ صرف وہ اپنی اور دنیا کی نظروں میں ہیچ ہو جاتے ہیں بلکہ شائد اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھی۔

قول کے کھرے آدمی کے ساتھ لوگ اطمینان محسوس کرتے ہیں چاہے اُس کی کہی ہوئی بات ان کی مرضی کے خلاف ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے ساتھ وہ دھوکے میں نہیں رہیں گے۔ چنانچہ وہ اس کی خلاف توقع فیصلے کا بھی احترام کرتے ہیں۔

کام کا دھنی انسان اپنی اونچی سوچ کی وجہ سے محنتی ہوتا ہے۔ اونچی سوچ والا شخص دوسروں کی فکر اور خبر گیری کرنے والا مثبت روّیے کا حامل ہوتا ہے۔ اور وہ کم پر ٹرخانے کو پسند نہیں کرتا۔ نہ وہ دوسروں سے ایسا مطالبہ کرتا ہے جو وہ خود نہ کر سکے اور نہ ہی دوسروں کو ایسے کام سے منع کرتا ہے جسے وہ خود منع نہ ہوتا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم کو نصیحت کا کچھ یوں بتلایا:

وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ ۚ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۚ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ (ھود:۸۸)

"میرا یہ ارادہ بالکل نہیں کہ تمہارا خلاف کر کے خود اس چیز کی طرف جھک جاؤں جس سے تمہیں روک رہا ہوں، میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنے کا ہی ہے۔ میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی

طرف میں رجوع کرتا ہوں"۔

منزل کی طرف راہی اگرچہ ٹھوکر بھی کھالے، بیٹھے رہنے والوں سے بہتر ہی ہوتا ہے۔ دوڑنے والا شخص اگر گر بھی جائے تو کیا، اس کی سعی چلنے والے سے تو زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک کشتی سمندر میں ڈوبنے کے خطرے سے دوچار رہتی ہے، مگر سوچئے کشتی ساحل پر لگے رہنے کیلئے تو نہیں بنائی جاتی۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمین